سلسلہ دورِ نبوت کے بچے 4

اللہ اکبر

عظیم شاہسوار



اشفاق احمد خاں

دار السلام
DARUSSALAM

سلسلہ دورِ نبوت کے بچے 4

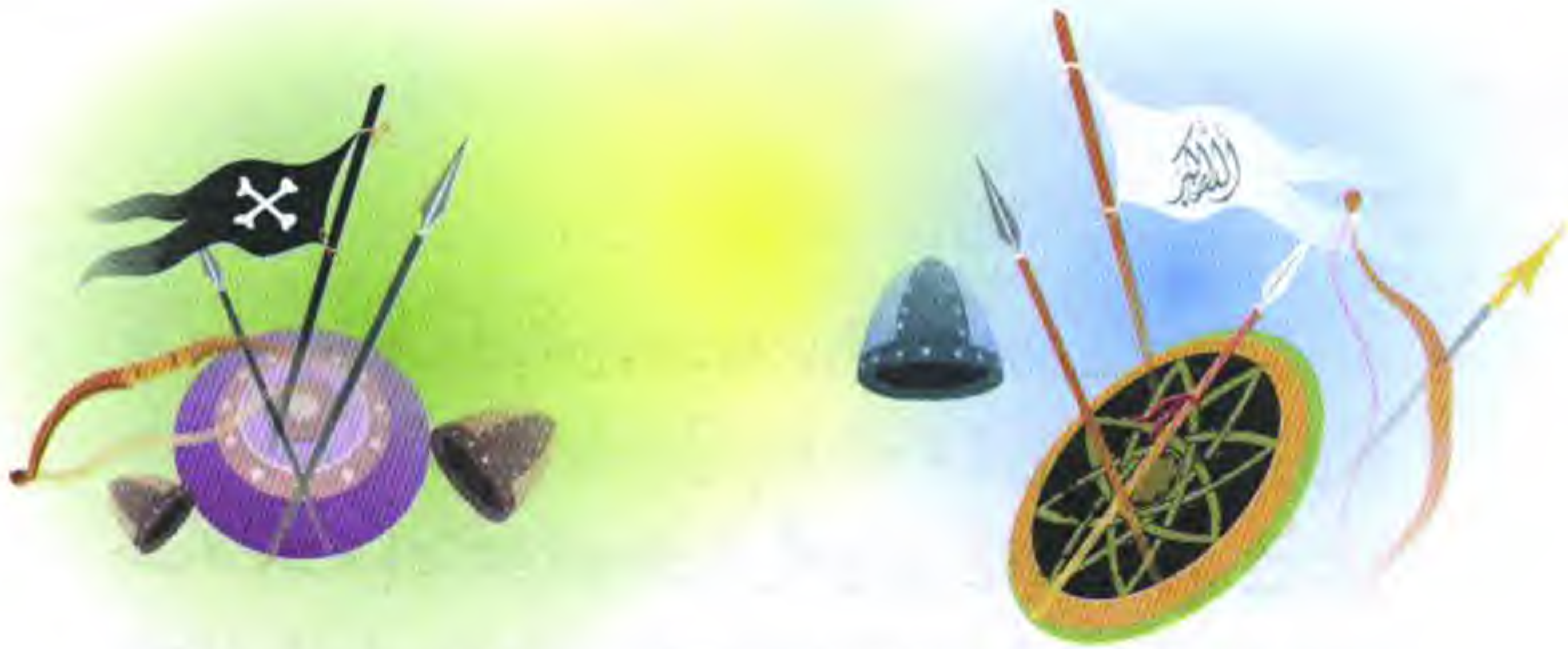
عظیم شاہسوار

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما





دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک



جنگ کا میدان سجا ہوا تھا۔ ایک طرف سپاہ کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جب کہ اُس کے مقابلے میں محض بیس ہزار کی قلیل تعداد! جس کا سازوسامان مختصر تھا' اور بظاہر وہ اتنی بڑی سپاہ کے سامنے بے بس اور لاچار دکھائی دے رہی تھی۔ یہ مختصر سپاہ دشمن کے گھیرے میں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شاید وہ اپنا دفاع بھی نہ کر پائیں لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس تھی۔

تلواروں سے تلواریں ٹکرا رہی تھیں' فضا ان کی اُڑتی ہوئی چنگاریوں سے روشن تھی۔ گھوڑوں کے سُم زمین کے سینے پر پوری قوت سے ٹکرا رہے تھے۔

فضا گردوغبار سے اَٹی ہوئی تھی' زمین اور آسمان گرد کی لپیٹ میں تھے۔

لاشیں کٹ کٹ کر زمین کی خاک ہو رہی تھیں اور زمین کا سینہ لہو رنگ تھا۔

معرکہ تھا کہ تھمنے میں نہیں آتا تھا۔ کبھی بھاری سپاہ تعداد کے نشے کے غرور میں غلبہ پاتی نظر آتی تو کبھی قلیل سپاہ جذبوں کی سرشاری میں ڈوبی' کامیابی سے ہم کنار ہوتی نظر آتی۔ انھی نشیب و فراز سے گزرتے گزرتے قلیل سپاہ پر دشمن کا زور بڑھتا گیا' وہ مختصر جمعیت سمٹتی گئی۔ یوں لگتا تھا کہ شکست کی سیاہی اُن کی پیشانیوں کی

چمک پر غالب آ جائے گی۔ لیکن غالب و کارساز قوت کوئی اور ہے۔

طول پکڑتی جنگ سے کمزور پڑتی سپاہ کا انجام نظر آنے لگا تھا۔ قریب تھا کہ جنگ کا فیصلہ ہو جاتا' عین اُسی وقت اُس قلیل سپاہ کے ایک شاہسوار نے جنگ کے جوش کے ساتھ ساتھ ہوش سے کام لیا۔ اُس نے اُن اسباب پر غور کیا جو ان کو ناکام کیے دے رہے تھے۔ بے شک دشمن تعداد میں زیادہ تھے' لیکن ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا تھا' اُس نے اب تک جتنے معرکوں میں حصہ لیا تھا اُن میں ہمیشہ یہی صورتِ حال رہی تھی۔ دشمن کثیر ہوتے تھے اور وہ تعداد میں قلیل۔ لیکن ان معرکوں میں کامیابی اُن کے قدم چومتی تھی کیونکہ جذبوں کی قوت اور حق کے لیے مر مٹنے کی آرزو ان کو کبھی میدان میں پیچھے نہیں ہٹنے دیتی تھی۔ پھر آج کیا وجہ ہے کہ کامیابی کا سورج اُن کی زندگیوں میں' خون اور جذبوں کی بھینٹ لے کر بھی طلوع نہیں ہو رہا۔





اُس شاہسوار کو زیادہ تدبر اور غور وفکر کی ضرورت نہ پڑی۔ معاملہ بہت جلد اُس کی سمجھ میں آ گیا۔ دشمن فوج کا سالار جُرجِیُر اپنی فوج کی کامیابی کی اصل وجہ تھا اُسی کی وجہ سے' اُس کی فوج بے تکان اور مسلسل لڑے جا رہی تھی۔ اُس شاہسوار نے سوچا کہ جب تک دشمن فوج کی اصل طاقت' اُس کے سالار پر قابو نہیں پایا جاتا اُس وقت تک کامیابی کے امکانات نہیں ہیں۔ اپنی اس سوچ کو دل میں لیے اپنے سالار ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا پہنچا۔ ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ میدان جنگ



کی بجائے اُس شاہسوار کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوئے۔ اُس شاہسوار نے اُن کی حیرت دور کرتے ہوئے کہا:

''سالارِ محترم، ہماری تمام کوششوں، جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود دشمن غلبہ پانے کو ہے۔''

''حوصلہ ہار گئے کیا؟'' ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ مسکرائے۔





''نہیں میرے محترم سالار، حوصلہ ہارنے سے پہلے زندگی کی بازی ہار دوں گا۔'' اُس شاہسوار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔''میں نے محض اُس وجہ پر غور کیا ہے جس کی بنا پر کامیابی ہم سے روٹھی ہوئی ہے۔''

ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ نے سوالیہ نظروں سے شاہسوار کو دیکھا۔

''دشمن فوج کا سالار جُرجِیُر ہماری کامیابی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔'' شاہسوار بولا: ''اُس کی وجہ سے فوج بڑی بے جگری کے ساتھ لڑ رہی ہے۔''

''تو آپ کے نزدیک اس کا حل کیا ہے؟'' ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ نے بات کی تہ تک پہنچتے ہوئے پوچھا۔

''جُرجِیُر کا خاتمہ!'' شاہسوار نے حل پیش کیا۔''اُس کی موت کے ساتھ مخالف





فوج کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔'' ابنِ ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد موجود لوگوں کی طرف دیکھا تو سبھی نے اُس شاہسوار کی تعریف کی اور اُس کی



تجویز کا خیر مقدم کیا۔ تب ابنِ ابی سرح ﷺ نے اسے جُرجِیر تک پہنچنے کی تدبیر اختیار کرنے کی اجازت دے دی۔

شاہسوار نے ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر اپنے لشکر میں سے تیس سرفروش منتخب کیے اور اُن کو ہدایت کی:

''تم مجھے عقب کے حملوں سے محفوظ رکھنا' میں جُرجِیر تک پہنچ کر اس کا خاتمہ کر دوں گا۔''

اُن تیس سرفروشوں نے اُس کے عقب میں حفاظتی جال بُن لیا۔ وہ شاہسوار دشمن کی صفوں میں جا گھسا' اُس کے ہاتھ خالی تھے' تلوار نیام میں تھی۔ اُسے یوں خالی ہاتھ' دلیری کے ساتھ آگے بڑھتے دیکھ کر مخالف فوج اور جُرجِیر نے یہ جانا کہ شاید' یہ کوئی قاصد ہے' اس لیے کسی نے اُس کا راستہ نہ روکا' اور وہ بغیر کسی رکاوٹ کے جُرجِیر تک پہنچ گیا۔

قریب پہنچتے ہی اُس نے تلوار نیام سے نکال لی۔ تب جُرجِیر پر یہ بھید کھلا کہ یہ قاصد تو ہے لیکن موت کا قاصد' اُس کی زندگی کا دشمن ہے۔ موت کو اتنا قریب دیکھ کر جُرجِیر پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اُس شاہسوار کی جرأت اور دلیری نے اُس پر ہیبت طاری کر دی۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ نکلا۔ شاہسوار بھی اُس کے تعاقب میں تھا۔ کچھ ہی دور جا کر اس نے جُرجِیر پر تان کر نیزہ کھینچ مارا' وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اُس شاہسوار نے اُس کی گردن کاٹ کر

نیزے کی نوک پر بلند کی اور ایک نعرہ بلند کیا' اس نعرے نے اُس کے ساتھیوں پر واضح کر دیا کہ وہ شاہسوار اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا ہے۔ اس حقیقت نے ان کے عزائم بلند کر دیے، جبکہ مخالف فوج جُرجِیر کی ہلاکت سے ہمت ہار بیٹھی، جس



کے نتیجہ میں انھیں عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ یوں اُس شاہسوار کی بصیرت نے قلیل کو کثیر پر غلبہ عطا کر دیا۔ اور یہ سب اللہ ہی کے فضل سے ممکن ہو سکا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں یہ شاہسوار کون تھے؟ جنگِ سبیطلہ کے یہ شاہسوار تھے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے۔ اُن کی لاڈلی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے۔ آپ کے والد گرامی کا نام زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ تھا۔ اُن کا شمار اُن اصحاب میں ہوتا ہے جنہیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔



زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ نے جنگوں میں اپنی دلیری' بہادری اور ثابت قدمی سے شہرت پائی۔ نبیِ کریم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔''

عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش بھی اپنے اندر ایک دلچسپ پہلو رکھتی ہے۔ کفار مکہ کی اذیتوں سے تنگ آ کر مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ ہجرت کے بعد کافی عرصہ تک مسلمانوں میں سے کسی کے ہاں بھی بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہودیوں نے لوگوں میں یہ بات پھیلا دی تھی کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر رکھا ہے' اب ان کے ہاں اولادِ نرینہ (بیٹا) پیدا نہیں ہوگی۔ مسلمان اس پروپیگنڈے سے افسردہ اور غم زدہ تھے۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے جب ہجرت کے بعد بیٹے کو جنم دیا تو مسلمانوں کو بے انتہا مسرت ہوئی۔ اور انھوں نے بھرپور خوشی منائی۔ یہودیوں کے جھوٹ کا پول کھل گیا تھا' اُن کے جھوٹے جادو کا زور خس و خاشاک کی مانند بہہ نکلا تھا۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے کی پیدائش' مدینہ کے مسلمانوں کے لیے ایک سہارا اور اللہ کی طرف سے نصرت ثابت ہوئی۔ اسماء رضی اللہ عنہا بیٹے کو لے کر رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لیا اور ایک کھجور منگوائی۔ آپ ﷺ نے کھجور کو اچھی طرح چبا کر' اُس بچے کے منہ میں ڈال دی۔ اس طرح اس بچے کے پیٹ میں جو سب سے پہلی غذا گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا لعابِ دہن مبارک تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اُس کے لیے برکت کی دعا کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ کے نانا جان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر مدینہ کے چاروں طرف کا چکر لگایا۔ مقصد اُن کا یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا تمام لوگوں کو علم ہو جائے۔ جو لوگ یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو رہے تھے' اُن پر حقیقتِ حال کھل جائے اور یہودی بھی یہ جان جائیں کہ اُن کے جادو کا دعویٰ باطل ہو چکا ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا بچپن زیادہ تر رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارا۔ نبی کریم ﷺ کی محبت، شفقت اور پیار اُن کو بہت زیادہ نصیب ہوا۔ اُس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کی خالہ تھیں۔ وہ آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی تھیں' آپ کے اسی پیار کو دیکھتے ہوئے 'رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ''اُم عبداللہ'' یعنی عبداللہ کی ماں رکھی تھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اُن سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جنگ کے دوران عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خیریت کی اطلاع ملنے میں کچھ دیر ہو گئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا شدید پریشان ہو گئیں۔ پھر جب ایک آدمی نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خیریت اور سلامتی کی اطلاع دی' تو آپ نے اُس شخص کو دس ہزار درہم بطور انعام دیے۔ خود شکرانے کے نفل ادا کیے۔



عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بچپن ہی سے بہادر اور نڈر تھے۔ اس کا سبب شاید یہ تھا کہ آپ نے اپنا بچپن اُس ہستی کی رفاقت میں گزارا جو اللہ کے سوا کسی سے ڈرنے والی نہ تھی۔ ایک مرتبہ کچھ اصحاب نے طے کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے چند بچوں سے بھی بیعت لے لیں تو اُن کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل ہو جائے گی اور اُن کی تربیت کے لیے کچھ وعظ و نصیحت بھی ہو جائے گی۔ اس مقصد کے لیے عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر اور عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ دوسرے بچوں نے اِس موقع پر قدرے جھجک اور خوف کا مظاہرہ کیا، لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بغیر کسی جھجک کے سب سے پہلے آگے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا: ”آخر اپنے باپ زبیر (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہے۔“





ایک مرتبہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ادھر سے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گزرے۔ بچوں نے جونہی اُن کو دیکھا۔ ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا:

''عبداللہ، سب بچے بھاگ گئے، تم اُن کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟''

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''امیر المومنین، میں کیوں بھاگتا، نہ تو میں کوئی مجرم ہوں اور نہ ہی یہ راستہ اتنا تنگ ہے کہ میں اسے آپ کے لیے چھوڑ دیتا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر بہت خوش ہوئے۔

اتنے عظیم افراد سے تربیت پا کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شخصیت ایک ایسے سانچے میں ڈھل گئی جس نے اُنھیں عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ وہ نہ صرف فہم و فراست میں یکتا تھے۔ بلکہ انتہائی متقی اور پرہیز گار بھی تھے۔ دنیا کی رنگینیوں سے اُنھیں کوئی رغبت نہیں تھی۔ اُن کے بارے میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہما میں تین خوبیاں ایسی پائی جاتی ہے جن میں کوئی اُن کا ثانی نہیں ہے: شجاعت، عبادت اور بلاغت۔







عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شجاعت کی ایک جھلک ابتدا میں ہم دیکھ چکے ہیں' اُن کی پرہیز گاری اور عبادت گزاری بھی بے مثال تھی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے بارے میں فرمایا کہ جب کبھی لوگ کسی وجہ سے عبادت کرنے سے عاجز آ جاتے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ اس مشکل گھڑی میں بھی عبادت کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ ایک مرتبہ شدید بارش کی وجہ سے بیت اللہ کے اردگرد پانی جمع ہو گیا۔ طوافِ کعبہ انتہائی مشکل تھا لیکن پھر لوگوں نے انتہائی عجیب اور ناقابل یقین منظر دیکھا: عبداللہ رضی اللہ عنہ پانی میں تیر کر بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ بے شک اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کے اصول اور قوانین اپنے اندر لچک بھی رکھتے ہیں' لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسی ہستیاں اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتی ہیں کہ انسان کے دل میں حق کی شمع روشن ہو' وہ اللہ کی رضا کا طلب گار بھی ہو' پھر راہوں کے کانٹے بھی اُس کا راستہ نہیں روک پاتے۔ اُن کے قدم مشکلات کے باعث کبھی نہیں ڈگمگاتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین پر سچے دل سے عمل پیرا ہونا کبھی بھی آسان نہیں رہا۔

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے' دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس پر چلنے والے خوش رہے پچھتائے کم!

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز پڑھتے تو یوں دکھائی دیتا جیسے کوئی لکڑی زمین میں گڑی ہوئی ہے۔ اس حالت میں پرندے آپ پر آ کر بیٹھ جاتے، وہ سمجھتے شاید یہ کسی درخت کی شاخ یا تنا ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے

اچانک چھت سے ایک موٹا تازہ سانپ نیچے فرش پر آن گرا۔قریب ہی آپ کا بیٹا ہاشم کھیل رہا تھا' سانپ نے اُسے اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔ گھر والوں نے شور مچایا تو سانپ نے بچے کے جسم پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ موقع پا کر اہل خانہ نے سانپ کو مار دیا۔ یوں اُن کے بیٹے کی جان بچی۔ اس سارے ہنگامے کا عبداللہ ؓ کو بالکل علم نہ ہوا۔ وہ بدستور نماز میں مشغول رہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اہلِ خانہ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ کو حیرانی ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اُن کے بچے کو ناگہانی آفت سے محفوظ رکھا۔



اسی طرح ایک جنگ کے دوران آپ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ گردوپیش میں ہونے والی لڑائی سے بے پروا، آپ اللہ سے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹاپوں سے لرزتی زمین بھی انھیں اپنی طرف متوجہ نہیں کر پائی تھی۔ اچانک منجنیق کا ایک گولہ اُڑتا ہوا آیا' بال برابر فرق سے وہ اُن کی داڑھی اور سینے کے بالکل قریب سے



گزرا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ ان کو پتا تک نہ چلا کہ کیا سانحہ رونما ہونے والا تھا۔ انھوں نے نہ اپنے جسم کو حرکت دی، نہ قراءت کو توڑا اور نہ ہی انھوں نے رکوع و سجود میں جلدی کی۔

ایک دفعہ آپ کی والدہ محترمہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو اسماء رضی اللہ عنہا محبت اور شفقت سے بھرپور لہجے میں فرمانے لگیں: ''عبداللہ کے کیا کہنے! وہ رات کو قیام کرتے (یعنی نماز و نوافل وغیرہ ادا کرتے) اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔'' آپ بڑی کثرت سے مسجد میں عبادت کرتے، اسی بنا پر آپ کو ''حَمَامَةُ الْمَسْجِد'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا تھا۔ کیونکہ جس طرح مساجد کے اندر اور باہر کبوتر منڈلاتے رہتے ہیں اور کبھی مسجد سے دور ہونا برداشت نہیں کرتے، اسی طرح عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی مسجد سے دور رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میدانِ جنگ کے شاہسوار تھے۔ آغاز میں دیا گیا واقعہ اُن کی شجاعت اور مومنانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ موت کا اُنھیں کوئی خوف نہ تھا، بلکہ وہ تو شہادت کی آرزو لیے میدانِ جنگ میں جاتے۔ آپ کی بہادری کی مثالیں آپ کے بچپن میں ہی دی جاتی تھیں۔ انھوں نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو میدانِ جنگ میں پایا۔ غزوۂ خندق میں وہ شامل تھے۔ اور عمر کیا تھی...... محض پانچ برس! ہے نا حیرانی کی بات! جنگ یرموک میں شرکت کے وقت عمر تیرہ برس تھی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما صرف بہادری اور شجاعت ہی میں یکتا نہ تھے بلکہ عقل وفہم کے لحاظ سے بھی شاندار بصیرت رکھتے تھے۔ زندگی کے ہر معرکے میں محض دلیری سے کام نہیں لیا جا سکتا' تدبیر کے بغیر بہادری بعض اوقات ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔ جنگ صرف اسلحہ کے زور پر نہیں لڑی جاتی بلکہ عقل و دانش کے بل بوتے ہی پر کامیابی کی تدبیر کی جاتی ہے۔ سن 27ھ میں شمالی افریقہ کا معرکہ پیش آیا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی جگہ عبداللہ بن سعد کو امیر مقرر کر دیا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اُن کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے ایک اور لشکر روانہ کیا' اس لشکر کی قیادت چند صحابہ کرام فرما رہے تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے کچھ عرصے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ جو لشکر انھوں نے روانہ کیا ہے وہ کس حال میں ہے اور کیا کارہائے نمایاں سرانجام دے رہا ہے' وہ اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ تب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو مسلمانوں کی ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا تا کہ حالات سے آ گاہی ہو سکے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میدانِ کارزار میں پہنچے۔ تو انھوں نے وہاں کے حالات کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میدان جنگ کے ہر ہر مرحلے' اور لشکروں کی ایک ایک حرکت پر ان کی گہری نظر تھی۔ جلد ہی انھیں احساس ہو گیا کہ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ دشمن سے مقابلے کے لیے جو حربہ اختیار کیے ہوئے ہیں اور جو جنگی چال چل رہے ہیں' وہ اتنی اچھی نہیں ہے۔ اس طریقے سے دشمن کو شکست دینا بہت مشکل ہے۔



عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ساتھ صبح سے لے کر ظہر تک جنگ کرتے تھے۔ ظہر کے بعد جنگ کا خاتمہ کر دیا جاتا تھا اور دونوں لشکر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاتے تھے، تاکہ آرام کیا جائے اور اگلے دن کے معرکے کے لیے تیاری کی جائے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ کوئی بہتر جنگی تدبیر نہیں تھی۔ اس تدبیر سے فیصلہ کن معرکہ ہونے کے دور دور تک کوئی امکانات نہیں تھے۔ اپنی سانسیں بحال کرتے کرتے وہ دشمن کو بھی آرام کا اتنا ہی موقع دے دیتے تھے جتنا خود کو حاصل ہوتا تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے امیر لشکر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے گزارش کی: ''امیر محترم! موجودہ طریقۂ جنگ میں مجھے کامیابی کے امکانات نظر نہیں آتے۔''

''ابن زبیر!'' عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بولے: ''میدان جنگ کی صورتِ حال کو دیکھ کر ہی میں نے اس اندازِ جنگ کو اختیار کیا ہے' اگر تمہارے ذہن میں اس سے بہتر کوئی تجویز ہے تو ضرور بتاؤ؟''

''جی امیرِ محترم' ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔'' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بڑے احترام کے ساتھ کہا: ''ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک حصہ صبح کے وقت دشمن سے جنگ







کرے' اُس دوران دوسرے حصے کے لوگ مکمل طور پر آرام کریں اور اپنے طور پر آنے والے معرکے کی تیاری کریں۔ جب پہلے حصے کے لوگ دشمن سے جنگ کرتے کرتے تھک جائیں تو وہ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ آئیں۔ دشمن بھی تھک کر واپس چلا جائے گا۔ اس موقع پر دوسرے حصے کے لوگ تھکے ماندے دشمن پر اچانک حملہ کر دیں۔ اللہ نے چاہا تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔'' عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ یہ تجویز سن کر بہت خوش ہوئے۔ تجویز اُن کے دل کو بھا گئی تھی۔ چنانچہ وہ عارضی طور پر لشکر کی قیادت سے دستبردار ہو گئے اور لشکر کی امارت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سپرد کر دی تا کہ وہ صحیح انداز میں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

دوسرے دن دونوں فریقوں کا آمنا سامنا ہوا۔ حسبِ معمول گھمسان کا رن پڑا۔ مجاہدین کو شہادتیں بھی نصیب ہوئیں اور بے شمار مشرک جہنم واصل ہوئے۔ جب دونوں لشکر زخموں اور تھکن سے چور اپنی اپنی کمین گاہوں کی طرف لوٹ آئے تب دوسرے تازہ دم حصے کے مجاہدوں نے اچانک دشمن پر حملہ کر دیا۔ دشمن کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تھکن سے چور لوگ اتنی جرأت کر سکتے ہیں۔ تازہ دم لشکر نے حیرت میں





ڈوبے دشمن کو بُری طرح شکست سے دو چار کر دیا۔ مسلمانوں نے بے شمار کافروں کو قتل کیا اور کتنے ہی لوگوں کو قیدی بنا لیا حتیٰ کہ اُن کا بادشاہ بھی موت کے گھاٹ اُتر گیا۔ مالِ غنیمت بھی وافر مقدار میں حاصل ہوا۔ یہ تھا اُس شاندار تجویز کا نتیجہ، جو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی فہم وفراست کی دلیل تھی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلیفۂ وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جو موقف اور طریقۂ کار اختیار کیا، اسے تاریخ نے ہمیشہ کے لیے اپنے دامن میں محفوظ کر لیا۔ جب مخالفوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا اور اُن کی شدید توہین کی۔ اس وقت چند صحابہ کرام دفاع کے لیے آگے بڑھے، ان میں



عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس بات پر بضد تھے کہ وہ اپنے دفاع کے لیے فوج کو نہیں بلائیں گے کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اور محض اُن کی ذات کے لیے مسلمانوں کا خون بہے۔ اسی

بنا پر اُن کی ہر ممکن کوشش تھی کہ لڑائی سے گریز کیا جائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اسی موقف کی بنا پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اُن کی حفاظت کے لیے چند صحابہ کے ساتھ موجود تھے۔ جب مخالف دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہوئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے زور سے انھیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے دور کیا' اس مختصر لڑائی میں انھوں نے کئی باغیوں کو زخمی کیا' خود انھیں بھی کئی زخم آئے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اُس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں اللہ سے اُمید کرتا ہوں کہ یہ میرا سب سے بہترین عمل ہوگا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دنیاوی جاہ وحشمت کے بالکل طلب گار نہ تھے اور نہ انھیں دنیا کے معاملات سے کوئی خاص دلچسپی تھی۔ جب خلیفۂ وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اُن کے بیٹے یزید بن معاویہ کی بیعت کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ یہ ایک اختلافی مسئلہ تھا، اس لیے عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کر لی۔ بعد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تو عراق چلے گئے اور کچھ ہی عرصے بعد میدانِ کربلا میں جام شہادت نوش کر گئے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کے والی کی حیثیت سے وہیں مقیم رہے۔ یزید بن معاویہ کا کچھ ہی عرصے کے بعد انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد یزید کا بیٹا معاویہ خلیفہ بنا اب اللہ کی قدرت دیکھیے' اُسے بھی حکومت کرنے کی زیادہ مہلت نہ ملی۔ چونکہ وہ کم سن تھا' اسی بنا پر حکومت کی طمع اور لالچ سے محروم تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ




مرتے وقت اُس نے کسی کے متعلق وصیت نہیں کی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں کو خلیفہ بنا دینا۔

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ آپ کے مطیع و فرمانبردار ہوتے گئے۔ پورے جزیرۂ عرب خاص طور پر اہلِ حجاز نے آپ کی بیعت کر کے خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اس موقع پر یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے کسی ذاتی فائدے کے لیے خلافت کا اعلان نہیں کیا تھا' امتِ مسلمہ اُس وقت جس انتشار کا



شکار تھی' گروہی اختلافات اور خانہ جنگی کی سی کیفیت کو دیکھ کر انھوں نے یہ قدم اُٹھایا تھا۔ اس بروقت اقدام کے نتیجے میں مصر' یمن' خراسان کی تمام ریاستوں میں آپ کی خلافت کو مان لیا گیا اور اہلِ مکہ تو پہلے ہی سے آپ کی بیعت میں سبقت کر چکے تھے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے مسائل کا آغاز شام کی طرف سے ہوا۔ شام کے اکثر صوبوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرلی تھی سوائے اُردن کے، اُردن کے لوگ اُموی خلیفہ مروان بن حکم کی بیعت کر چکے تھے۔ لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت میں جہاں عدل و انصاف کی فراوانی تھی وہاں ظلم و جور کا کوئی نام ونشان نہ تھا اور لوگ ان کی حکومت میں پرسکون اور امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی بنا پر لوگوں نے مروان بن حکم کے مقابلے میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو ترجیح دی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت اُن کے لیے کانٹوں کی سیج ثابت ہوئی۔ اپنے پورے دورِ خلافت میں اُنھیں چین نصیب نہ ہو سکا۔ اُن کے خلاف فتنے اُبھرتے رہے، سازشیں جنم لیتی رہیں۔ خاص طور پر اُموی اور اُن کے حمایتی لوگ جو خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے' ان سازشوں کے تانے بانے بن رہے تھے۔ امویوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی تحریک کا آغاز شام سے کیا' کیونکہ شام پر تو پہلے ہی اُن کی حکومت تھی اہل شام نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی پوری مدد انھیں فراہم کی۔

شام کے بعد اُن لوگوں کی توجہ مصر کی جانب ہوگئی۔ مصر میں بھی بے شمار اُموی موجود تھے' وہ بھی ان کی سازشوں میں شریک ہو گئے۔ دھیرے دھیرے دیگر شہر بھی اُن کی حمایت کرتے چلے گئے حتیٰ کہ عراق اور حجاز (مکہ) کے سوا ہر جگہ لوگوں نے اُن کی تائید کر دی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف فضا جب پوری طرح تیار ہو گئی تب عبدالملک بن مروان نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ عراق کا رُخ کر لیا۔



عراق میں عبداللہ ؓ کے بھائی مصعب کو قتل کر کے عراق کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ عراق پر قبضہ ہونے کے بعد عبداللہ بن زبیر ؓ کے پاس صرف حجاز کا علاقہ رہ گیا تھا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاز پر قبضے کے لیے کئی حملے کیے، لیکن عبداللہ ؓ کی دفاعی حکمت عملی نے اُنھیں ناکام بنا دیا۔

ناکامیوں سے دو چار ہونے کے بعد عبدالملک نے سوچا کہ عبداللہ ؓ کو ایسا قائد شکست سے دو چار کر سکتا ہے جو ہوشیار' چالاک اور تجربہ کار ہو۔ تب اُس کے ذہن میں حجاج بن یوسف ثقفی کا نام آیا۔ حجاج ایک سخت گیر سالار کے طور پر اپنی صلاحیتیں منوا چکا تھا۔ اموی حکومت کی اطاعت کی خاطر اُس نے بے دریغ خون بہایا ہزاروں کو زنداں میں دھکیل دیا۔ حجاج، عبدالملک کا حکم پا کر مکہ کی طرف لشکر لیے بڑھا۔ یہ سن 72ھ کی بات ہے۔



حجاج نے مکہ مکرمہ کو گھیرے میں لے لیا۔ کئی دنوں کے محاصرے میں اُس نے مکہ پر منجنیقوں سے سنگ باری کی انتہا کر دی۔ اُس کے حملوں کی سختی کی تاب نہ لا کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اکثر اہم اور سر کردہ ساتھی اُن کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اُن کے اس اقدام سے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شدید دکھ ہوا' اُن کی قوت بالکل ختم ہو کر رہ گئی۔ لیکن اُن کے جذبے ابھی توانا تھے اور حوصلے برقرار تھے۔ حجاج کی فوج مکے میں داخل ہو گئی اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ آنے والے وقت کو پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ اس موقع پر اُن کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ یا تو حجاج بن یوسف کی شرائط مان کر صلح کر لی جائے، یا پھر حق پر قائم رہتے ہوئے جان دے دی جائے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی والدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:





''اماں جان، آج میرے ساتھیوں نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ میرے اہل و عیال میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ چند آدمیوں کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں، وہ بھی کمزور لوگ ہیں، دفاع کی طاقت اُن کے پاس نہیں ہے۔ آپ تو جانتی ہیں کہ میں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں۔ ان حالات میں، اماں جان، آپ کی کیا رائے ہے؟''

اس موقع پر اسماءؓ نے اپنے بیٹے کو جو جواب دیا، وہ نہ صرف حیرت انگیز تھا بلکہ عجیب بھی۔ کوئی اور ماں ہوتی تو اس موقع پر بیٹے کی محبت کی خاطر، اُس کی جان کی سلامتی کے لیے، اُسے صلح پر آمادہ کرتی، فرار کا کوئی راستہ دکھاتی، لیکن وہ خلیفۂ اول ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھی، زبیر بن عوّامؓ جیسے جری کی بیوی اور خود عبداللہؓ جیسے شجاع کی ماں تھی۔ ساری بات سن کر اُس عظیم ماں نے کہا:

''اللہ کی قسم! اے میرے بیٹے، تو خود زیادہ جانتا ہے۔ اگر تو حق پر ہے تو اس کام پر ثابت قدم رہ! کیونکہ اسی راہ میں تمہارے دوسرے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ اگر تمہارا ارادہ صرف دنیا حاصل کرنا ہے تو پھر، تو بہت برا انسان ہے۔ اس صورت میں تو نے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی! اگر تو حق پر ہے تو اپنے ساتھیوں کے کمزوری دکھانے کے بعد، تو بھی اگر کمزوری دکھائے تو تیرا یہ فعل آزاد لوگوں والا نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی دین دار لوگوں والا ہوگا۔''



ابن زبیر رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کا فرمان سن کر مسکرائے اور آگے بڑھ کر اُن کو بوسہ دیا اور عرض کیا:

''اماں جان! میری رائے بھی یہی ہے۔ آپ سے پوچھنے کا مقصد صرف رائے لینا تھا، آپ کی باتیں سن کر میرا حوصلہ اور بڑھ گیا ہے۔ اماں جان' مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج مجھے شہید کر دیا جائے گا۔ آپ میری شہادت کی خبر سن کر پریشان بالکل نہ ہونا' میرا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا۔''

اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شیر کی باتیں بڑے حوصلے اور صبر سے سن رہی تھیں' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بات جاری رکھی:

''اماں جان' آپ کے بیٹے نے کبھی اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کی' کبھی کسی



پر ظلم نہیں کیا نہ کسی کو دھوکا دیا۔ فیصلہ کرتے وقت کبھی کسی پر ظلم کیا، نہ کبھی بے حیائی کا کام کیا، کبھی اپنوں پر ستم ڈھایا نہ بیگانوں پر، مسلمانوں سے زیادتی کی نہ ذمیوں سے۔''

پھر آسمان کی طرف چہرہ کر کے کہا:

''اے میرے پروردگار! یہ میں اپنے آپ کو نیک اور پاک صاف نہیں بنا رہا محض اپنی ماں کے حوصلے کے لیے کہہ رہا ہوں، تاکہ وہ میری شہادت پر صبر کرے۔''



اپنی اماں جان کی رائے لینے کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ پرسکون ہو گئے۔ حجاج کے شر سے پناہ کے لیے عبداللہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخل ہو چکے تھے۔ اور بیت اللہ حجاج کے

گھیرے میں تھا۔ حجاج نے طاقت اور سازشوں سے تمام لوگوں کو اُن سے علیحدہ کر دیا تھا۔ چند آدمیوں کے سوا اُن کے ساتھ کوئی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود وہ مقابلے پر مُصر تھے۔ حجاج نے انھیں معافی کی پیشکش کی۔ لیکن انھوں نے بڑی بے نیازی سے اُس کی یہ پیشکش ٹھکراتے ہوئے کہا:

''جس معافی کے نتیجہ میں ذلت اور رسوائی ملے' ایسی معافی مجھے قبول نہیں۔ جس موت سے مجھے عزت نصیب ہو' میں اُسے زندگی پر ترجیح دوں گا' میں زندگی کو ذلت کے بدلے فروخت کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں موت کے ڈر سے صلح کو قبول کرنے والا ہوں۔''

حجاج بن یوسف کی پیشکش ٹھکرانے کے بعد آپ آلِ زبیر اور اپنے عزیز و اقارب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اپنی تلوار کی اس طرح حفاظت کرو' جس طرح اپنے چہرے کی حفاظت کی جاتی ہے۔ کوئی آدمی اپنی تلوار کو نہ توڑے' پھر اپنا دفاع اس طرح کرے جس طرح عورت اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتی ہے۔''

پھر آپ نے آگے بڑھ کر حجاج بن یوسف کی فوج پر حملہ کر دیا۔ آپ کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں۔ سب سے پہلے آپ کا جس سے مقابلہ ہوا اس کا نام اسود تھا۔ آپ نے اُس کی ٹانگ پر تلوار سے زبردست وار کیا' جس کے نتیجہ میں اُس کی ٹانگ کٹ گئی۔ مسجد کے دروازوں سے لشکر اندر داخل ہونے لگا۔ جب بھی کوئی آدمی مسجد



کے دروازے سے اندر داخل ہونے لگتا' آپ اُس پر حملہ آور ہو جاتے اور اس وقت تک حملہ جاری رکھتے جب تک وہ واپس نہ چلا جاتا۔ راہِ حق کے لیے آپ کی جدوجہد جاری تھی کہ آپ کا سر مبارک ایک ستون سے ٹکرایا۔ آپ نیچے گر پڑے۔ حملہ آوروں کو موقع مل گیا انھوں نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کے لبوں پر یہ اشعار تھے:

''اے میری اماں جان! اگر میں شہید ہو گیا تو مت رونا! میرے حسب نسب اور دین کے سوا کچھ نہیں بچا اور یہ تلوار کل میرے دائیں طرف ہوگی۔''

اسی حالت میں یہ عبادت گزار' پاک روح اپنے پیدا کرنے والے رب کی طرف روانہ ہوگئی۔ وہ موت کا متلاشی تھا' لیکن اللہ نے اُس کے لیے ہمیشہ کی زندگی لکھ دی۔ تاریخ اُس کی بہادری کے چرچے سے منور رہے گی۔

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون





حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی اور اُسے سرِ راہ لٹکا دیا۔ لوگوں پر اپنی ہیبت طاری کرنے اور بغاوت سے دور رکھنے کے لیے حجاج ایسے ہی حربے اختیار کیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نعش کے یوں سرِ راہ لٹکانے کی خبر آپ کی والدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو بھی ہوگئی۔ آپ باہر نکلیں اور نعش کے پاس پہنچیں۔ اس موقع پر نہ انھوں نے گریہ وزاری کی، نہ کوئی ماتم کا کلمہ کہا، کہا تو بس اتنا:

''کیا اس شاہ سوار کے نیچے اُترنے کا وقت نہیں آیا۔''

آفرین اُس عظیم فرزند پر.......... اور سلام اُس صابر ماں پر!

بعد میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش کو لوگوں نے عزت واحترام کے ساتھ دفن کر دیا۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ





عظیم شاہسوار

عظیم بننے کا خواب ہر آدمی دیکھتا ہے
خواب دیکھنے میں کوئی حرج نہیں
خواب دیکھنا ہر شخص کا بنیادی' بلکہ پیدائشی حق ہے
کسی سے اُس کے خواب چھینے نہیں جا سکتے اور نہ ہی ایسی کوشش کرنی چاہیے
خواب...... محض کوئی علامتی چیز نہیں، آدمی خواب نہ دیکھے تو منزل تک جانے کی تمنا، اُمید اور آرزو...... راکھ کا ڈھیر بن کر رہ جاتی ہے
لیکن عظمت محض خواب دیکھنے سے نہیں ملتی' خواب کی تعبیر پانے سے ملتی ہے
عظمت کے کئی پہلو ہیں
آدمی شجاع ہو، نڈر ہو، صاحبِ بصیرت ہو، صاحبِ دانش ہو......
ان میں سے کوئی ایک خوبی بھی اُس کو عظمت کی بلندیوں پر فائز کر سکتی ہے اور جس میں یہ سب خوبیاں جمع ہو جائیں...... اُس کی عظمت کا کیا مقام ہوگا؟
آپ کے تصور کی پرواز دم توڑ دے گی
آپ اُس کی عظمت کی بلندی کو نہیں چھُو پائیں گے
وہ ''شہسوار'' ایسا ہی عظیم تھا
کیا خوبی تھی جو اس کی ذات کا زیور نہیں بنی!
وہ جرأت کا پیکر تھا، حکمت کا مظہر تھا
تاریخ نے اُسے اپنے ماتھے کا جھومر بنایا



دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک